قابلِ داد اور لائق تحسین ہے کہ اس نے معزز مہمان کے ان مذہبی و شرعی حدود و قیود کی پوری رعایت رکھی اور عظیم الشان استقبال و ضیافت کے پروگراموں میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونے دی جو مہمانِ گرامی قدر کے لئے وجہ گرانی ہوتی۔ یہاں سے رخصت ہوتے وقت عالی جاہ میزبان و مہمان میں جو سلام و پیام کا تبادلہ ہوا ہے اس نے عرب و ہند کی محبت و دوستی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے جو دونوں ملکوں کے مستقبل کے لئے بڑی ہی نیک اور اچھی فال ہے۔ زندہ باد عرب و ہند کی دوستی!

افسوس ہے مولانا حافظ محمد اسلم جیراجپوری بھی جو علم و ادب کی صبح بہار کا ایک آخری جلوۂ گریزپا تھے۔ ہم سے بچھڑ گئے اور اس خاکدانِ آب و گل کو خیرآباد کہہ کر رہ گرائے عالم آخرت ہو گئے۔ مرحوم ہماری بزم علم و ثقافت کے دور پیشین کی یادگار تھے۔ ایک زمانہ میں اُن کے مضامین و مقالات کا بڑا چرچا تھا۔ باقاعدہ اور وسیع المطالعہ عالم تھے۔ ان کی تالیفات میں تاریخ الامت جو چھوٹی چھوٹی کئی جلدوں میں ہے اس کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ چند ادبی اور تنقیدی مضامین اور سوانحی تالیفات بھی ان کی یادگار ہیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اولین معماروں اور بانیوں میں سے تھے اور آخر اسی کی خدمت کرتے کرتے جان جان آفریں کو سپرد کر دی۔ قرآن مجید کے ساتھ بڑا عشق اور شغف تھا اس کے وہ حافظ بھی تھے اور بڑی پابندی سے روز اس کی تلاوت کرتے تھے۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ راقم الحروف کو جب کبھی ان کے ہاں چار پینے کا اتفاق ہوا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ چار کی تمام پیالیاں صحیح و سالم پائی ہوں۔ بڑے قناعت پسند۔ گوشہ نشین۔ شہرت سے نفور اور حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ جس سے جو وضع بھی بہرحال نباہتے تھے۔ حدیث کے بارہ میں ان کا جو مسلک تھا اس کے باوجود ہم ارباب ندوۃ المصنفین کے ساتھ ان کے تعلقات بڑے شگفتہ تھے اور وہ کبھی بھی ملاقاتوں میں اس طرح کی بحث نہیں اٹھاتے تھے۔ یہ وضع داری اور شرافت۔ یہ مروت اور خوش خلقی اب عنقا ہوتی جاتی ہے۔ اب آئندہ ایسے لوگ کہاں ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے اور ان کو مغفرت و بخشش کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔ آمین۔

ہند کے محبوب وزیر اعظم نے گذشتہ مہینہ حیدرآباد میں اردو ہال کا افتتاح کرتے ہوئے اور پھر پارلیمنٹ میں حد بندی کمیشن کی رپورٹ پر تقریر کرتے ہوئے اردو کی نسبت جن زریں خیالات و جذبات کا اظہار کیا ہے اس پر اردو زبان کے ہر قدردان کو خوش ہونا اور موصوف کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ ایک وزیر اعظم کی آواز خود حکومت کی آواز ہے اور اُس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کے بارہ میں حکومت کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ رہی اس نقطۂ نظر کی عملی تشکیل تو اس میں شبہ نہیں کہ فضا جتنی سازگار آج ہے پہلے نہیں تھی اور جو بادل اب تک چھائے ہوئے تھے وہ رفتہ رفتہ چھٹ رہے ہیں۔ لیکن فضا میں جتنی سازگاری پیدا ہوتی جاتی ہے اردو والوں کے فرائض و واجبات اسی قدر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اُردو کے مسئلہ کے حل کا اصل انحصار خود اہلِ اردو کی کوششوں اور ان کے عزم و ہمت پر ہے۔